فکر و نظر—— اسلام آباد جلد:۳۸ شمارہ:۴

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامّہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی ☆

محسنِ انسانیتؐ کا فلسفۂ زکوٰۃ اور اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ

سیّدِعرب و عجم، پیغمبرِ آخرو اعظم، ہادیِ عالم، حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سب سے عظیم معجزۂ ہدایت و راہ نمائی کے ابدی اور مثالی سرچشمے احترام و فلاحِ انسانیت کے الہامی نسخۂ کیمیا، قرآنِ کریم، فرقانِ حمید میں رسولِ اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعے عالمِ انسانیت کے نام چودہ سو سال قبل یہ میثاقِ الٰہی جاری کیا گیا کہ:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔(۱)

(ترجمہ) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دے دیں تو یہ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اوز دوسروں کو بھی نیک کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

مشرق و مغرب اور عرب و عجم کی پوری انسانی تاریخ اس ابدی اور ناقابلِ تردید حقیقت کی گواہ ہے کہ پیغمبرِ رحمت، رہبرِ آدمیت، محسنِ انسانیت ﷺ نے عالمِ انسانیت کی پوری سیاسی و حکومتی تاریخ میں پہلی مرتبہ 1 ہجری / 622 عیسوی میں مثالی انسانی، فلاحی ریاست قائم فرمائی، نسلی، طبقاتی اور معاشی و معاشرتی استحصال کی زد میں پسنے والی انسانیت کو حقوق

☆ صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج نارتھ، کراچی

و فرائض کا مثالی نظام عطا فرمایا' مثالی طرزِ زندگی سے متعارف فرمایا' ظلم و استحصال کے تمام ذرائع کا خاتمہ کیا۔ عبادات و معاملات اور حقوق و فرائض کو لازم و ملزوم قرار دیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت سے آگاہ فرمایا۔ ''زکوٰۃ'' کی شکل میں نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ کا جامع' ہمہ گیر اور فلاحی دستور عطا فرمایا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی معاشی و کفالتی اسکیم کا ایک اہم ذریعہ ''زکوٰۃ'' قرار پایا۔

علامہ سیّد سلیمان ندوی کیا خوب لکھتے ہیں:

''جس طرح عام نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینے میں آکر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچی' اسی طرح زکوٰۃ یعنی مطلق مالی خیرات کی ترغیب تو ابتدائے اسلام سے ہی شروع ہوئی لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتحِ مکہ کے بعد قائم ہوا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام دو لفظوں سے مرکّب ہے' خدا کا حق اور بھائیوں کا حق' پہلے لفظ کا مظہرِ اعظم ''نماز'' اور دوسرے کا ''زکوٰۃ ہے''۔(۲)

فرضیتِ زکوٰۃ کی حکمت و غایت

''زکوٰۃ'' اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اس کی فرضیت متعدد آیاتِ قرآنی' متواتر احادیثِ نبوی اور اجماعِ امّت سے ثابت ہے۔

قرآنِ کریم میں '' زکوٰۃ'' کا ذکر تیس 30 مرتبہ آیا ہے' جس میں سے ستائیس مرتبہ نماز کے ذکر اور حکم کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان تیس مذکورہ مقامات میں سے مکی سورتوں میں آٹھ مرتبہ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ جب کہ باقی مقامات پر مدنی سورتوں میں آیا ہے۔(۳)

جب کہ بعض مصنفین کی تحقیق کے مطابق قرآن کریم میں ''الزکوٰۃ'' کا ذکر نماز کے ساتھ بیاسی مرتبہ آیا ہے۔(۴)

''زکوٰۃ'' کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ ''زکوٰۃ'' اور اس کی فرضیت کا منکر کافر اور دائرۂ اسلام سے بالکل خارج ہے۔ اس سلسلے میں امام نووی (یاالنواوی محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف 676ھ / 1277ء) کی رائے ہے کہ اگر کوئی

شخص نو مسلم ہو یا اسلامی ماحول سے دور کہیں بیابان میں پلا بڑھا ہو اور زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کر کے اسے ادا نہ کرے تو اسے اوّلاً فرضیتِ زکوٰۃ کی وجوہ اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے گا' اگر وہ اس کے باوجود بدستور اپنے انکار پر قائم رہے تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص مسلم معاشرے میں قیام پذیر ہو' اور اس کے باوجود انکار کرے تو وہ کافر ہوجائے گا اور اس پر مُرتد کے احکام جاری ہوں گے۔(۵)

علامہ نووی کی تائید مشہور حنبلی فقیہ ابنِ قدامہ (ابوعمر محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ الحنبلی 528ھ تا 607ھ/1134ء تا 1210ء) اور دیگر فقہائے اسلام نے بھی کی ہے۔(۶)

نماز اور زکوٰۃ ...... حقوق اللہ اور حقوق العباد کی روح

قرآنِ کریم اور تعلیماتِ نبوی میں متعدد مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا یک جا ذکر ملتا ہے' لہٰذا اس سے یہ حقیقت واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ نماز اور زکوٰۃ ایک ہی نظام کے دو اجزاء ہیں اور انہیں علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ اوّل سیّدنا صدیقِ اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں جب منکرینِ زکوٰۃ کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا:

> ''خدا کی قسم' اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسّی سے جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ادا کرتے تھے' انکار کریں گے تو میں اس پر ان سے جنگ کروں گا''

اس کے بعد فرمایا:

> ''زکوٰۃ'' مال کا حق (یعنی عبادت) ہے' جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے' میں ان سے قتال کروں گا۔''

حضرت عمر فاروقؓ جو اپنی رائے کے اظہار میں زیادہ جری اور بے باک تھے' انہوں نے کہا: آپ لوگوں سے قتال کس بنیاد پر کریں گے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں کہ جب تک وہ ''لاالٰہ الا

اللہ محمد رسول اللہ'' نہ کہیں' لیکن جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو ان کی جانیں اور ان کے اموال محفوظ ہوجائیں گے'' مگر ہاں جب ان پر کسی کا کوئی حق ہو۔ لیکن سیّدنا صدیقِ اکبرؓ کا استدلال یہ تھا کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ساتھ آیا ہے اس کے علاوہ قرآن میں ہے :

"فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ"۔ (۷)

اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

سورۂ فاتحہ کے دعائیہ کلمات کے بعد جو کہ درحقیقت تمہید قرآن کا درجہ رکھتے ہیں' جب قرآنِ کریم کی پہلی سورۃ ''سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہیں تو یہ ناقابلِ تردید حقیقت روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے واضح ہوکر آتی ہے کہ اس پہلی سورۃ کی ابتدائی آیاتِ مبارکہ میں انتہائی وضاحت کے ساتھ فرمادیا گیا:

" الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (۸)

الف لام میم' (یہ اللہ کی کتاب ہے) اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیز گاروں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے' اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامّہ میں زکوٰۃ کا کردار

نماز کے فوراً بعد اہلِ ایمان پر انسان اور انسان کے درمیان قائم ہونے والے تعلقات کے دائرے میں جو اوّلین حق قائم ہوتا ہے وہ ''انفاق'' ہے' یعنی اللہ کی عطا کردہ دولت میں اس کے حاجت مند بندوں کی کفالت' یہ ترتیب حقوق صرف اسی ایک آیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ قرآن 'صلوٰۃ'' کے فوراً بعد ''زکوٰۃ'' کے لاحقے کو ساتھ ساتھ لیے آگے بڑھتا ہے۔ یہ ہے قرآن اور صاحبِ قرآن حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں انسان کے معاشی اور کفالتی مسئلے کی اہمیت اور اسے حل کرنے کے لیے مقتدرِ اعلیٰ کی جانب سے

مسلمانوں کو دی گئی ہدایات کی نوعیت۔

فلسفۂ زکوٰۃ کی غایت و اہمیت اور نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں ''زکوٰۃ'' کی اہمیت پر اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب دیکھیے کہ انسان کو معاشی تحفّظ فراہم کرنے کے لیے اسلام میں ''انفاق'' پر کس قدر زور دیا گیا ہے' اس کے لیے کیا تدابیر اختیار کی گئی ہیں اور اس سلسلے میں اسلامی ریاست پر کیا ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ''انفاق'' کے احکام اور اس کی ترغیب سے متعلق سب سے پہلے چند آیات ملاحظہ ہوں :

وَالّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِھِمْ حَقٌ مَعْلُوْمٌ لِلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ۔ (۹)

''جن کے (مسلمانوں کے) مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرّر حق ہے۔''

وَفِیْ اَمْوَالِھِمْ حَقٌ لِلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ۔ (۱۰)

''اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محروم دونوں کا حق ہے۔''

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ (۱۱)

''نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔''

سورۂ بقرہ میں یہ فرما کر کہ ''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کرلیے یا مغرب کی طرف۔'' ارشاد ہوتا ہے :

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّائِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ۔ (۱۲)

''(نیکی یہ ہے کہ) اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر' مسکینوں اور مسافروں پر' مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔''

مندرجہ بالا احکام و ہدایات کے ساتھ ساتھ معاشرے کے مفلوک الحال اور غریب طبقے کے معاشی تحفظ (نظمِ معیشت) اور ان کی کفالتِ عامّہ و خوش حالی کے لیے اسلام نے جو عملی تدابیر اختیار کی ہیں وہ مختصراً یہ ہیں :

(1) معاشرے کے ہر فرد کو معاشی جدوجہد میں بھرپور حصہ لینے کی تلقین کی گئی' تاکہ وہ کسی کے دست نگر نہ رہیں۔ ارشاد ہوا!

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى۔[۱۳]

انسان کے لیے نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی۔

(2) حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی حدود متعین کر کے سعی و عمل کا دائرہ مقرر کر دیا گیا۔

(3) ہر فرد کی آمدنی میں دوسرے افراد کا حصہ مقرر کر کے اسے اجتماعی نظامِ کفالت عامّہ کا معاون بنا لیا گیا، شریعت کی رو سے اس پر تفویض کردہ ذمے داریاں حسب ذیل ہیں:

(الف) نفقاتِ واجبہ، یعنی صلبی و نسبی قرابت داروں کے علاوہ دیگر رشتے داروں کی کفالت۔

(ب) "زکوٰۃ" جو معاشرے کے ان عام حاجت مندوں کی کفالت پر صرف ہوگی جن کی صراحت قرآن مجید میں کی گئی ہے، اس رقم سے فقراء، مساکین، اور عاملینِ زکوٰۃ کی ضروریات پوری ہوں گی، نومسلموں کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی ہوگی، معاشرے کے نادار اور حاجت مندوں کی کفالت کی جائے گی۔

(ج) مزید انفاقِ مال یعنی خاندان، اور قریبی رشتے داروں کی کفالت اور ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بھی اہلِ ثروت پر ذمے داری ہے کہ وہ ناداروں اور حاجت مندوں کے لیے صدقہ و خیرات کرتے رہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کا صریح حکم بھی ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد جو کچھ بھی ہو، دوسرے ضرورت مندوں کو دے دو۔[۱۴]

زکوٰۃ اوراسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ...... ایک جائزہ

اسلام دین اور دنیا کے امتزاج کا داعی ہے۔ اس لیے اس کی عبادات بھی اخلاقی فوز و فلاح کے ساتھ دنیاوی زندگی کی اصلاح اور اس کی صحیح خطوط پر تعمیر کی ضامن ہیں۔ "زکوٰۃ" جہاں مال کو کم کرتی اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے، وہیں معاشی نقطۂ نظر سے یہ "نظمِ معیشت وکفالتِ عامّہ" اورسماجی فلاح کی ایک ہمہ گیر اسکیم ہے، جس کے ذریعے ملک و ملّت کے غریب اور نادار افراد کی مدد کی جاتی ہے اور انہیں زندگی کی جدوجہد میں برابر کی شرکت کے لائق بنایا جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ ذہنیت یہ بات پیدا کرتی ہے کہ ہر شخص کی دولت صرف اسی کے لیے

ہے اور معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے اور جو گر جائے اسے فنا ہوجانا چاہیے۔ کش مکشِ حیات میں زندہ رہنے کا حق صرف اس کو ہے جو مسابقت میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔

اسلام اس ذہنیت کی نفی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: جو کچھ دولت تم کماتے ہو وہ صرف تمہاری محنتوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں فطرت کی بے شمار قوتیں شریک کار ہیں۔ نیز پورا معاشرہ ہزاروں طریقے پر تمہارا معاون و مدد گار ہے۔ اس لیے تمہارے مال میں تمہارے علاوہ دوسروں کا بھی حق ہے۔ اہلِ ثروت کی ذمے داری ہے کہ معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے اسے سہارا دیں اور آگے بڑھائیں۔ جو معاشرہ کم زوروں کی مدد نہ کرے' ناداروں کو سہارا نہ دے' اور گرتوں کو تھام نہ لے' وہ انسانی معاشرہ کہے جانے کا مستحق نہیں۔ اسلام نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے سے معیشت کو صحت مند بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور اس میں کفالتِ عامّہ اور امداد باہمی کی روح کو جاری و ساری کردیتا ہے۔

نام ور عرب مصنف علامہ قرضاوی ''نظمِ معیشت میں زکوٰۃ کی اہمیت'' کے حوالے سے اپنی کتاب ''فقہ الزّکوٰۃ'' میں لکھتے ہیں :

''زکوٰۃ'' کا مقصد صرف یہ نہیں کہ وقتی اور سال بہ سال ضرورت مندوں کو امداد بہم پہنچا کر غربت کے مسئلے سے نمٹا جائے بلکہ ''زکوٰۃ'' کا اصل ہدف یہ ہے کہ معاشی ارتقا ہو' ملکیت میں توسیع ہو' ملکیت کے حامل افراد کی تعداد زیادہ ہو اور تنگ دست محتاجوں کی ایک بڑی تعداد ایسے صاحب ثروت مالکوں میں تبدیل ہوتی چلی جائے جو اپنی جملہ زندگی کی ضروریات کے بہ قدر ملکیت کے حامل ہوجائیں۔(۱۵)

مزید لکھتے ہیں : زکوٰۃ کا حقیقی مقصد معاشرے کے غریب اور مفلوک الحال طبقے کو اتنا دینا ہے جس قدر دینے کی زکوٰۃ کی آمدنی میں گنجائش ہو' تاکہ وہ ضرورت کے شکنجے سے نکل کر دائمی کفایت کے دائرے میں داخل ہوجائے' جیسے تاجر کو مالِ تجارت' کاشت کار کو زمین اور دست کار کو دست کاری کے اسباب و لوازمات فراہم کردیے جائیں۔(۱۶)

اسلام نے پہلے ہی دن سے فلاحی اورخدمتی ریاست کا تصور پیش کیا اور زکوٰۃ کی شکل میں کفالتِ عامّہ اور امداد باہمی کا ایک ایسا نظام قائم کیا ہے' جس کے ذریعے سے عام

شہریوں کی بنیادی ضروریات کی ضمانت دی گئی۔ اسلامی حکومت نے ابتدا سے ہی اس نظام کو عملاً قائم کیا۔ آبادی کی مردم شماری کی، ناداروں کے رجسٹر بنائے، ہر ضرورت مند کو سرکاری وظیفے دیے اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ حال ہوگیا کہ بہ قول مؤرخ طبری زکوٰۃ دینے والے تو ہر طرف تھے، زکوٰۃ لینے والے نہ ملتے تھے۔

پھر زکوٰۃ دولت کی تقسیم میں غیر فطری عدمِ مساوات کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس ذریعے سے امیروں کی دولت غریبوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اور اس طرح تقسیمِ دولت صحت مند بنیادوں پر واقع ہوتی ہے۔

معیشت کا ایک اور بنیادی مسئلہ دولت کی ذخیرہ اندوزی کو روکنا اور سرمایہ کاری کو بڑھانا رہا ہے۔ آج کی دنیا میں جہاں جہاں معاشی پس ماندگی ہے اس کا بڑا سبب دولت کی غلط تقسیم اور صحیح سرمایہ کاری کا فقدان ہی ہے۔ ''زکوٰۃ'' کا ایک معاشی وظیفہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے دولت آپ سے آپ سرمایہ کاری کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

دورِ حاضر میں معاشی بحران کے جس چکّر میں ہمارا ملک بالخصوص اور سرمایہ دارانہ دنیا بالعموم گرفتار ہے اس کو دور کرنے میں بھی زکوٰۃ بڑی مفید و معاون ہوسکتی ہے۔ تجارتی چکّر سرمایہ کاری اور قوتِ صرف میں عدم توازن کی بنا پر رونما ہوتا ہے، لیکن زکوٰۃ جہاں ایک طرف پیداواری عمل کو تیز تر کرتی ہے، وہیں دوسری طرف عوام میں قوت خرید کا اضافہ بھی کرتی ہے۔ اس طرح یہ معیشت میں معاشی توازن قائم کرنے کا ایک خود کار آلہ بن جاتی ہے۔

زکوٰۃ ایک انقلابی معاشی تصور ہے اور یہ حقیقت بڑی افسوس ناک ہے کہ خود مسلمانوں نے ابھی تک اس کے ہمہ جہتی معاشی پہلوؤں کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اگر اس کے معاشی فوائد پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ پورے نظامِ معاشی کی قلبِ ماہیت کردیتی ہے۔ اسے صحت مند اور انسانی بنیادوں پر قائم کرتی ہے اور ایک ایسا نظام قائم کرتی ہے جس میں جدوجہد کے دروازے سب کے لیے کھلے ہوں اور زندگی کی نعمتیں تمام انسانوں کے لیے عام ہوں۔(۱۷)

نامور عرب مصنف ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں زکوٰۃ کی

اہمیت اور اس کے ہمہ گیر اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

زکوۃ اسلام کے اجتماعی نظام کفالت کا ایک اہم حصہ ہے' اسلام کے ابتدائی ادوار میں عرب عاجز اور تنگ دست افراد کی مدد کیا کرتے تھے' تاہم اسلام کی اجتماعی کفالت کا تصور اس سے کہیں زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے' اور زندگی کے جملہ مادی اور معنوی پہلوؤں کو محیط ہے کہ اس اجتماعی کفالت میں عملی کفالت' دفاعی کفالت' اقتصادی اور معاشی کفالت' تہذیبی کفالت کے تمام پہلو اسلام کے اس مثالی نظامِ معیشت و کفالتِ عامہ'' زکوۃ '' میں داخل ہیں۔(۱۸)

علامہ قرضاوی سیّد قطب کے حوالے سے لکھتے ہیں :

اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا نظامِ کفالت صرف زکوۃ تک محدود نہیں ہے' بلکہ زکوۃ اس اجتماعی کفالت کا ایک بڑا اور اہم شعبہ ہے' جب کہ اجتماعی کفالت کا نظام حیاتِ انسانی کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے۔ زکوۃ کو جدید اصطلاح میں انشورنس اور اجتماعی ضمانت کہہ سکتے ہیں۔(۱۹)

اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں زکوۃ کی اہمیت اور اس کے ہمہ گیر اثرات و امتیازات

(1) اسلام میں زکوۃ صرف ایک اچھا بہترین عمل اور ایک عمدہ اخلاقی صفت ہی نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کا ایک اساسی رکن' شعائرِ اسلام اور عباداتِ اسلام میں سے ایک ہے۔ اس کا ادا نہ کرنے والا فاسق اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اس لحاظ سے زکوۃ کوئی اپنی مرضی سے کیاجانے والا حسن سلوک یا نفلی صدقے کے درجے کی شے نہیں ہے بلکہ ایک ایسا لازمی فریضہ ہے جو مسلمان پر اعلیٰ ترین شرعی اور اخلاقی پابندیوں کے ساتھ لازم کیا گیا ہے۔

(2) اسلام کی نظر میں زکوۃ دراصل مال داروں کے مال میں غریبوں کا ایسا حق ہے جسے مال کے اصلی مالک یعنی اللہ سبحانہ نے' اس مال میں اپنے نائب بندوں پر لازم کیا ہے' اس لیے درحقیقت زکوۃ میں ایسا کوئی مفہوم موجود نہیں ہے کہ کوئی مال دار شخص کسی غریب پر کوئی احسان کررہا ہو' اس لیے کہ اگر خود مال کا مالک حقیقی اپنے

خزانچی کو یہ حکم دے کہ اس کے مال میں سے اتنا حصہ اس کے عیال پر خرچ کردو تو اس میں احسان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(3) زکوۃ ایک حق معلوم ہے اور شریعتِ اسلامیہ نے اس کے نصاب' مقادیر' حدود اور شرائط اور اس کی ادائیگی کا وقت اور اس کی ادائیگی کا طریقہ بتلادیا ہے۔ تاکہ ایک مسلمان بہ خوبی آگاہ ہوجائے کہ اس پر کیا لازم ہے؟ کتنا لازم ہے؟ اور کب لازم ہے؟ (۲۰)

(4) زکوۃ کو اسلام نے لوگوں کے ضمیر پر نہیں چھوڑا ہے بلکہ اسلامی ریاست کو اس امر کا ذمّے دار بنایا ہے کہ انصاف کے ساتھ زکوۃ وصول کرے اور حق کے ساتھ اسے تقسیم کرے۔ گویا زکوۃ ایک ٹیکس ہے جسے ہر قیمت پر وصول کیا جائے گا اور یہ کوئی محض احسان نہیں ہے کہ احسان کرنے والا چاہے دے اور چاہے نہ دے۔ اسی لیے قرآنِ کریم میں یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ" اور سنّتِ نبوی میں یہ تعبیر اختیار کی گئی کہ "تُوْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاءِ هِمْ" زکوۃ معاشرے کے مال دار لوگوں سے وصول کی جاتی ہے اور ان کے غریبوں کو لوٹا دی جاتی ہے۔

(5) اسلامی ریاست زکوۃ کے نادہندگان کو مناسب تعزیری سزائیں دے سکتی ہے' یہاں تک کہ ان کا نصف مال بھی لے سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "ہم زکوۃ بھی وصول کریں گے اور س کا نصف مال بھی لیں گے۔"

(6) اگر کوئی جماعت اپنی قوت کے بل بوتے پر ادائیگی زکوۃ سے انکار کردے تو مسلمانوں کے سربراہ کا فرض ہے کہ ان سے جنگ کرے اور انہیں بزور طاقت مجبور کردے کہ وہ اپنے مال پر لازم حق اللہ یعنی غریبوں کے حق کو ادا کریں۔ اس کی وضاحت احادیث میں بھی موجود ہے اور حضرت ابوبکرؓ اورآپ کے ساتھ تمام صحابۂ کرامؓ نے اس کی تطبیق کی ہے۔

(7) اسلام میں ہر ہر فرد سے اس عظیم فرض کی ادائیگی اور اس اساسی رکن کے قیام کا مطالبہ کیا گیا ہے' یہاں تک کہ اگر ریاست زکوۃ کی وصولی میں کوتاہی کرے اور معاشرہ نظامِ زکوۃ کے برپا کرنے سے گریز کرے تو ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے

طور پر زکوٰۃ ادا کرے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ عبادت ہے، جو ہر مسلمان پر فرض ہے اور جس سے مسلمان کی جان اور مال کا تزکیہ ہوتا ہے، نیز ہر مسلمان بقدرِ نصاب ایمان کے تقاضوں کے مطابق اور قرآن کے مطالبے کے موافق اس فرض کو ادا کرے۔[۲۱]

(8) اسلام میں زکوٰۃ سے حاصل شدہ آمدنی کو حکام کی خواہشوں کی نذر نہیں کیا گیا اور نہ یہودیوں کے کاہنوں کی طرح مذہبی لوگوں کے حوالے کیا گیا ہے اور نہ اس امر کی کوئی گنجائش رہنے دی گئی ہے کہ غیر مستحق لالچی لوگ اسی پر تکیہ کر بیٹھیں، بلکہ اسلام نے نہایت وضاحت اور تفصیل کے ساتھ وہ مصارف بیان کردیے ہیں جن میں زکوٰۃ کی آمدنی خرچ کی جائے گی۔ چنانچہ قرآن کریم نے آیت "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ" میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کیے ہیں اور سنتِ نبوی نے ان مصارف کی تشریح اور تفصیل بیان کی ہے، کیوں کہ انسانی تجربات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مال کا جمع کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا اس کو موزوں مصارف میں خرچ کرنا اہم ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ آپؐ کے لیے اور آپؐ کی اولاد کے لیے مالِ زکوٰۃ حلال نہیں ہے اور یہ کہ زکوٰۃ ایک علاقے کے دولت مندوں سے لے کر ان کے فقیروں (غریبوں) کو لوٹائی جائے گی۔ بالفاظ دیگر ایک علاقے کے لوگوں کی زکوٰۃ انہی پر صرف کردی جائے گی۔

(9) اسلام میں زکوٰۃ غربت، فاقہ کشی، تنگی اور مصائب کا صرف وقتی علاج ہی نہیں بلکہ زکوٰۃ کا اصل مقصد غربت کو بالکلیہ مٹا دینا، غریبوں کو ہمیشہ کے لیے غنی بنادینا، ان کی زندگیوں سے بھوک کے اثرات کا قطعی استیصال کردینا اور ان کو یہ قدرت فراہم کردینا ہے کہ وہ زندگی کے بوجھ کو سنبھال سکیں۔ اسی لیے زکوٰۃ کا ایک منظم اور مربوط نظام قائم کیا گیا ہے تاکہ غریب زندگی کی سہولت حاصل کرسکے اور یہ ہو کہ اسے بھوک میں چند لقمے اور تنگ دستی میں چند درہم عنایت کردیے جائیں۔[۲۲]

(10) اسلام میں نظامِ زکوٰۃ قرآن و سنت کے بیان کردہ مصارفِ زکوٰۃ کے علاوہ متعدد روحانی، اخلاقی، اجتماعی اور سیاسی مقاصد کا حامل ہے اور اس کے دیگر مذاہب کے نظامِ صدقات سے کہیں زیادہ فوائد اور وسیع مقاصد ہیں، چنانچہ زکوٰۃ کا ایک مصرف مؤلفۃ

القلوب ہیں، غلاموں کو آزاد کرنا زکوٰۃ کا مصرف ہے، قرض داروں کو قرض کے بوجھ سے چھٹکارا دلانا زکوٰۃ کا مصرف ہے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں پر خرچ کرنا زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

غرض اسلام کا نظامِ زکوٰۃ ایسی اہم اور امتیازی خصوصیات کا حامل ہے جن سے سابق مذاہب بالکل خالی ہیں، کیونکہ ان مذاہب میں نیکی اور حُسنِ سلوک کی تلقین اور وعظ و نصیحت اور محض بخل کی برائی بیان کی گئی ہے۔ نیز اسلام کا نظامِ زکوٰۃ اس نظامِ ٹیکس سے بھی ممتاز ہے جو بادشاہ اور سلاطین وصول کرتے رہے ہیں اور جو دراصل غریبوں سے وصول کیے جاتے ہیں اور امیروں کو بخش دیے جاتے ہیں، تاکہ حکمرانوں اور دولت مندوں کی شان و شوکت بڑھے اور ان کی عیش و عشرت میں اضافہ ہو اور ان کے حامی و انصار ان کے اقتدار کا سامانِ تحفظ بنے رہیں۔(۲۳)

اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ میں محسن انسانیتؐ کا کردار...... نظام انفاق و زکوٰۃ کے تناظر میں

ہادیِ آخر واعظم، محسنِ عالم حضرت محمد ﷺ کو محسنِ انسانیت اور نبی رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا، آپ کی دنیا میں آمد اور مقصدِ بعثت بیان کرتے ہوئے اللہ عزّ و جل ارشاد فرماتا ہے:

"لقد جاء کُم رسول من انفسکُم عزیز علیه ماعنتُّم حریص علیکُم بالمؤمنین رؤف الرّحیم۔(۲۴)

البتہ تمہارے پاس آیا ایک رسول تمہی میں سے، جو تمہیں تکلیف پہنچے اسے گراں گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کا بہت خواہش مند ہے، مومنوں پر شفیق، نہایت مہربان۔

رحمۃ للعالمین، سیّدالمرسلین ﷺ کے مثالی اُسوۂ حسنہ میں ایک اہم اور نمایاں ترین وصف انسان دوستی، فلاحِ انسانیت اور معاشرے کے غریب، لاچار اور بے بس و بے کس افراد کی ہر ممکن مدد اور کفالت بھی ہے، چنانچہ رازدارِ نبوّت، زوجۂ رسول سیّدہ خدیجہؓ نے بعثتِ نبوی کے اس اہم اور تاریخی موڑ پر جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی، آپؐ کی تائید اور

حوصلہ افزائی کے طور پر جو تاریخی کلمات کہے، وہ آپؐ کی شخصی عظمت، انسان دوستی، فلاحِ انسانیت اور صفتِ رحمۃ للعالمینی کا منہ بولتا ثبوت ہیں، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"کلّا واللہ لا یُخزیك اللہ ابداً ، انك لتصلُ الرّحم و تحملُ الکلّ و تکسبُ المعدوم و تقری الضّیف و تعینُ علیٰ نوائب الحقّ۔"(۲۵)

ہرگز نہیں، بخدا اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، کیوں کہ آپ صلۂ رحمی فرماتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیر لوگوں کو کما کردیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہلِ حق کی اعانت کرتے ہیں۔

محسنِ انسانیت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے :

"الخلقُ عیالُ اللہ، فاحبُّ الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ۔"(۲۶)

پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

شاعر نے قرآن اور صاحبِ قرآنؐ کی فکری ترجمانی کیا خوب انداز میں کی ہے :

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا
خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت وسنت اور تعلیماتِ مبارکہ اس حقیقت کی قولی اور عملی ترجمان ہیں، آپؐ نے احترام وتکریمِ انسانیت کا درس دیا، حقوق و فرائض کا مثالی اور ابدی ضابطۂ زندگی عطا کیا۔

بعثتِ نبوی کے ابتدائی 13 سال مکی زندگی سے عبارت ہیں، جب کہ مدنی زندگی میں

عالمِ انسانیت کے سالارِ قافلہ پیغمبرِ آخرو اعظم، حضرت محمد ﷺ نے مدینے کی مثالی اسلامی فلاحی ریاست میں اسلام کی عالم گیر حکومت اور انسانیت کی صلاح و فلاح پر مبنی مثالی نظام پیش فرمایا۔

مدنی زندگی کے ابتدائی سال صحابۂ کرامؓ اور اہلِ ایمان کے فقر و فاقے اور عسرت کا دور ہے، ریاستِ مدینہ کے اسی ابتدائی دور میں انسانی تاریخ کے تمام رسولوں کے خاتم ،انسانیت کے محسنِ اعظم حضرت محمد ﷺ جو اپنی مثالی اور ابدی تعلیم کو سارے جہاں کے مذہبی ذخیروں کے صحیح عناصر کا خلاصہ قرار دیتے تھے، دنیا کی وہی سب سے عظیم ہستی اپنے ہاتھ اٹھاتی ہے اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے رب کے سامنے اپنی امت کو پیش کرتے ہوئے التجا کرتی ہے :

"اللّٰھُمّ انھُم حُفاۃ فاحملھم، اللّٰھُمّ انّھُم عُراۃ فاکسھم، اللّٰھُمّ انّھم جیاع فاشبعھم"

پروردگار، یہ لوگ پیادہ ہیں، یعنی سواری نہیں رکھتے، انہیں سوار کیجیے۔ پروردگار یہ لوگ ننگے ہیں، انہیں پہنائیے، پروردگار یہ لوگ بھوکے ہیں انہیں سیر کیجیے۔

اسلامی تاریخ کے اسی دور میں بعض صحابہؓ غربت و افلاس کے سبب کمبل بدن پر ڈالے ننگے پاؤں سردارِ دو جہاں ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں "صحیح مسلم" میں حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ان کمبل پوشوں پر سرورِ کائنات کی نظرِمبارک کا پڑنا تھا کہ رسولِ اکرمؐ کا چہرۂ انور اداس پڑ گیا۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ معاً ان لوگوں کے اس حال کو دیکھ کر آں حضرت ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوئے، غالباً کوئی چیز نہیں ملی، پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلال حبشیؓ کو بلوا کر ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو جمع کرو، لوگ جمع ہوئے، ان غریبوں کی امداد پر صحابۂ کرامؓ کو آمادہ کیا گیا، جس پر کافی سرمایہ جمع ہوگیا، جو ان کے حوالے کردیا گیا، حضرت جابرؓ ہی راوی ہیں کہ وہی چہرۂ مبارک جو اب تک ان غریبوں کے دیکھنے کے بعد اداس پڑ گیا تھا۔ فرأیتُ وَجہَ رسول اللہ ﷺ یتھلّلُ کانّہ مذھبۃ۔"(۲۷)

غربت، معاشی استحصال اور ارتکازِ زر کا خاتمہ ...... محسنِ انسانیتؐ کے فلسفۂ زکوٰۃ کی روح

رسول اللہ ﷺ نے نظمِ معیشت اور کفالتِ عامّہ کے حوالے سے ارتکاز و اکتنازِ دولت کی ممانعت اور زکٰوۃ و صدقات کے مثالی نظام کے ذریعے انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم دی، معاشی استحصال اور غربت و افلاس کے خاتمے، اور نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ کے حوالے سے صاحبِ قرآن ﷺ کو وحی کی گئی۔

"وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ"(۲۸)

بے شک، ہم ہی نے تم کو زمین میں جگہ دی اور اس میں تمہارے لیے سامان معاش پیدا کیے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

"نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔"(۲۹)

"ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو دنیا وی زندگی میں تقسیم کردیا ہے اور ان میں بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے۔"

اسلام میں "نظمِ معیشت اور کفالتِ عامّہ کے حوالے سے "انفاق فی سبیل اللہ" یا بہ الفاظ دیگر ادائیگی زکٰوۃ کی تعلیم دیتے ہوئے اسے بنیادی اہمیت دی گئی۔ یہ معاشی مساوات، نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ، منصفانہ دولت کی تقسیم، معاشی و معاشرتی ناہمواریوں اور معاشرے سے غربت و افلاس کے خاتمے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کا بنیادی مقصد ہی ارتکازِ زر اور معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ ہے۔ تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں یہ ناقابلِ تردید حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ کسی بھی معاشرے کی سب سے بڑی خرابی ارتکازِ زر ہے۔ اسلام کے نزدیک دولت ایک متحرک شے کا نام ہے۔ یہ معاشرے کے مختلف طبقات میں دولت کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم کا علم بردار ہے، زکٰوۃ کی فرضیت اور انفاق فی سبیل اللہ کی حکمت ہی یہ قرار پائی۔

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ۔"(۳۰)

تاکہ دولت تم میں سے صرف مال داروں کے درمیان ہی دائر ہو کر نہ رہ جائے۔

علامہ قرضاوی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''زکوٰۃ'' کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ بطور ایک اقتصادی مہمیز کے اثر انداز ہوتی ہے اور جو مال صاحبِ ثروت سے ''زکوٰۃ'' کی حیثیت میں لیا جاتا ہے وہ اسے اس امر پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ مزید جدوجہد کرے اور اکتسابِ رزق میں مصروف ہو۔ نقود (زرِ نقد) کی زکوٰۃ میں یہ حقیقت زیادہ وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ اسلام نے ارتکاز زر کو حرام قرار دیا ہے اور اس امر کو ناجائز قرار دیا ہے کہ زرنقد روک لیا جائے اور اسے گردش میں نہ آنے دیا جائے۔ چنانچہ اس کنز (ذخیرہ اندوزی/ ارتکازِ زر) کرنے والے پر اللہ عزّ وجل نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں وعید فرمائی !

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُم بِعذَابٍ اَلِيم۔(۳۱)

دردناک عذاب کی خوش خبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔(۳۲)

معلّمِ انسانیت ﷺ نے فلسفۂ زکوٰۃ کی غرض و اہمیت اور نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ میں اس کے موثر کردار کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

"عن ابنِ عبّاسؓ انّ رسول الله ﷺ بعث معاذِ الی الیمن فقال انّك تأتی قوماً اهل کتاب فادعُهُم الی شهادة ان لّا اله الاّ الله فاِن هُم اطاعُوا لِذٰلِك فاعلِمهم انّ الله قد فرض علیهِم خمس صلوٰةِ فی الیومِ و اللّیلة فان هُم اطاعُوا لذٰلك فاعلِمهم انّ الله قد فرض علیهِم صدقةً تؤخذُ من اغنیائهم فتردُّ علی فُقر ائهم فان هُم اطاعُوا لذٰلِكَ فایّاكَ و کرائمَ اموالِهِم واتّقِ دعوة المظلُومِ فانّه لیس بینها وبین الله حجاب۔(۳۳)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تو ایک ایسی قوم کی طرف جارہا ہے جو

اہلِ کتاب ہے۔ پس تو ان کو اس امر کی شہادت کی طرف بلا کہ خداتعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد خداتعالیٰ کے رسول ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں یعنی اسلام قبول کرلیں تو ان کو بتلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، رات اور دن میں۔ اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو پھر ان کو بتلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو دولت مندوں سے لی جائے گی اور غربا پر تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کا بہترین مال نہ لے۔ (زکوٰۃ وصول کرنے میں) مظلوم کی دعا سے اپنے آپ کو بچا، اس لیے کہ مظلوم کی دعا اور خداتعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

زکوٰۃ ...... عہد نبویؐ کے معاشی، مالیاتی نظام اور کفالتِ عامّہ کا اہم ستون

"زکوٰۃ" عہد نبوی کے نظامِ مالیات کا بنیادی ستون تھا، اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامّہ میں زکوٰۃ کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ مکی زندگی میں زکوٰۃ کی ترغیب کی آیات نازل ہوئیں۔(۳۴)

تاہم زکوٰۃ ایک کارِ خیر اور احسان کا معاملہ تصور کیا جاتا تھا۔ نہ اس کا کوئی باقاعدہ نظام معین تھا اور نہ اس کی ادائیگی کے بارے میں تشریعی احکامات مقرر کیے گئے تھے۔(۳۵)

جب کہ ہجرتِ مدینہ اور ریاستِ مدینہ کے باقاعدہ قیام کے بعد فرضیتِ زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔

"خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا۔"(۳٦)

آپؐ ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کریں اور اس طرح انہیں پاک اور صاف کریں۔ فرضیتِ زکوٰۃ کے بعد باقاعدہ محصّلینِ زکوٰۃ کا تقررعمل میں آیا۔

اکثر و بیش تر عاملین و محصّلین زکوٰۃ مستقل عہدے دار ہوتے تھے، اورعام طور پر ایک متعین قبیلے یا مخصوص علاقے کے افسر محاصل مقرر کیے جاتے تھے۔ تحقیق کے بعد متعدد مآخذ کے حوالے سے تقریباً تیس باقاعدہ محصّلین و عاملینِ زکوٰۃ و صدقات کا ذکر ملتا ہے۔(۳۷)

رسولِ اکرم ﷺ نے ریاست کے حاکم و سربراہِ مملکتِ اسلامیہ کی حیثیت سے فرمان

جاری فرمایا:

"انا اولٰی بالمومنین من انفُسِھِم' فَمَن ماتَ وَ تَرکَ مالًا فَمَالُه لموالی العصبة' ومن ترکَ کلًّا او ضیاعاً فادع له۔"(۳۸)

میں مومنین کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں' لہٰذا جو شخص ترکے میں مال چھوڑے' وہ اس کے ورثا اور رشتے داروں کا ہے' اور جو شخص عاجز و درماندہ قرابت دار اور ناتواں بچوں کو چھوڑے' اس کے لیے مجھے بلالو۔

مندرجہ بالا فرمانِ نبوی سے عہدِ نبوی میں زکوٰۃ و صدقات کے نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ کا پتہ چلتا ہے۔

مشہور حنفی فقیہ سیّد علی زادہ حنفی زکوٰۃ کی وصول یابی اور اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں اس کے کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"ولا یدع فقیراً فی ولایته الّاعطاهُ ولامدیُوناً الّاقضی عنهُ دینُه ولاَضعِیفاً الّااعَانه ولامظلُوماً الّا نصره ولاظلماً الامنعه عن الظّلمِ ولاعاریاً الّا کساهُ کِسوةً۔"(۳۹)

ترجمہ : اور امیر اپنی مملکت کے اندر کسی فقیر کو فقیر نہ رہنے دے اور نہ کسی قرض دار کو قرض دار باقی رکھے اور نہ کسی بے روز گار کو بے روزگار رہنے دے اور نہ کسی مظلوم کو دادرسی سے محروم کرے اور نہ کسی ظالم کو ظلم کرنے دے اور ہر ننگے کو لباس مہیا کرے۔

اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں زکوٰۃ کا کردار اور اسلامی تاریخ کے سنہرے ادوار

علم بردار عدل و انصاف، سیّدنا عمر بن خطابؓ جن کا عہدِ خلافت پوری اسلامی اور انسانی تاریخ میں مثالی حیثیت کا حامل ہے، آپ نے زکوٰۃ و صدقات اور دیگر محاصل کو نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں امیرالمومنین کی حیثیت سے کس طرح استعمال فرمایا اور آپ کو رعایا کی کفالت عامّہ کا کس درجے احساس تھا، ذیل میں درج آپ کے اس فرمان سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"انّی حریص علیٰ ان لّا اریٰ حاجة الّا سددتها ما اتّسع بعضنا لبعض فاذا عجز ذٰلك عنّا تا ئیستنا فی عیشنا حتیٰ نستوی فی الکفاف. ولوددت انّکم علّمتم من نفسیٰ مثل الّذی وقع فیها لکم ولستُ معلّمکم الّا بالعمل. انّی والله لستُ بملك فاستعبدکم ولکنّیِ عبدالله عرض علی الامانة فان ابیتها وردتُها علیکم و اتبعتکُم حتیٰ تشبّعوا فی بیوتکم و اودّ ان اسعدت بکم وانّ انا حملتها و استبتعتکم الیٰ بیتی شقیت بکم. ففرحتُ قلیلّا و حزنتُ طویلّا. فبقیتُ لا اقال ولا ارد۔(۴۰)

ترجمہ : میری یہ خواہش رہتی ہے کہ کسی کی کوئی حاجت دیکھوں تو اسے فوراً پورا کردوں۔ جہاں تک ہو سکے ہم ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت کریں اور جب ہم تنہا ایسا کرنے سے عاجز آجائیں تو پھر مل کر کریں۔ یہاں تک کہ ہم سب کا معیار زندگی برابر ہو جائے۔ کاش کہ تمہیں پتہ چل جاتا کہ تمہارے بارے میں میرے دل میں کیا جذبات ہیں۔ لیکن میں تو انہیں صرف عمل کے ذریعے تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں اپنا غلام بنائے رکھوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں جس پر خلافت کی امانت مسلّط کردی گئی ہے، مجھے چاہیے کہ میں اسے پورا کروں اور پھر اسے تمہیں واپس کردوں۔ اس صورت میں کہ میں تمہاری ضروریات کے پیچھے چلوں، یہاں تک کہ تم سیر ہوکر اپنے گھروں میں سوجاؤ اور اس طرح میں تمہارے معاملے میں سعادت مند ہوجاؤں اور اگر میں امانت کو اٹھا تو لوں مگر تمہیں مجبور کردوں کہ تم اپنی ضروریات کے ساتھ میرے گھر تک آؤ، میں تمہارے معاملے میں بدبخت بن جاؤں گا۔ پھر کیا ہوگا، چند دن عیش کرلوں گا مگر ایک لمبی مدت تک غم اور افسوس کرتا رہوں گا اور میرا یہ حال ہوگا کہ نہ کچھ کہہ سکوں گا اور نہ مجھے جواب دیا جائے گا۔"

عہدِ نبویؐ (مدنی زندگی، ریاست مدینہ، (623ء تا 632ء) خلافتِ راشدہ (11ھ تا 40ھ/632ء تا 661ء) اور اسلامی تاریخ کے سنہری ادوار میں زکوٰۃ، صدقات نے نظم

معیشت اور کفالتِ عامّہ میں حیران کن کردار ادا کیا، اس کے اثرات اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں تا دیر محسوس کیے گئے، اس کا اندازہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مثالی فلاحی دور کے اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے!

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مثالی دور حکومت (99ھ تا 101ھ/ 717ء تا 719ء) میں لوگوں کو اس حد تک فراخی نصیب ہوگئی تھی کہ لوگ زکوٰۃ کا مال لیے پھرتے تھے اور کوئی انہیں وصول کرنے والا نہیں ملتا تھا۔ یحییٰ بن سعد کا بیان ہے :

''مجھے امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے افریقہ صدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا، میں نے صدقات اکٹھے کیے اور ایسے لوگوں کو تلاش کیا جنہیں زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرسکوں مگر ایسا کوئی شخص نہ ملا جو زکوٰۃ قبول کرلے، بالآخر زکوٰۃ کی اس رقم سے غلام خرید کر آزاد کیے۔[۴۱]

یہ زکوٰۃ و صدقات کے اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ پر اثرات کے نتائج تھے، جب کہ تاریخ کے ان سنہری ادوار کے مقابلے میں محسنِ انسانیتؐ کی بعثت، زکوٰۃ کی فرضیت اور اسلامی معاشروں میں نظمِ معیشت و کفالت عامّہ میں اس کے اثرات سے قبل متمدن اور مہذب ملکوں اور اقوام کی تاریخ اس کے برعکس نظر آتی ہے۔

نام ور عرب محقق علامہ محمد فرید وجدی نے قدیم تہذیبوں میں مالکین (HAVES) اور محرومین (HAVES NOT) کے تعلقات پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ کے اس سیاہ باب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

''تاریخ عالم میں آپ کسی بھی قوم پر نظر ڈالیے، آپ کو دو طبقے نظر آئیں گے، ایک خوش حال (مال دار) طبقہ اور دوسرا غریب و بدحال طبقہ اور اس کے ساتھ ہی قابل توجہ بات یہ نظر آتی ہے کہ مال دار، خوش حال طبقہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا چلا جاتا ہے اور اس کے برعکس غریب طبقہ غریب سے غریب تر اور بدحال ہوتا جاتا ہے، جس سے معاشرے کی بنیادیں ہل جاتی ہیں اور سماج ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے، مگر صاحبِ ثروت لوگوں کو اندازہ تک نہیں ہوتا کہ یہ مصیبت ان پر کس طرف سے ٹوٹ پڑی ہے۔ مصر جو کبھی جنت ارضی کا نمونہ تھا۔ جہاں کی زمین سونا اگلتی تھی اور اس کی پیداوار باشندوں کی ضروریات سے

بھی زیادہ تھی، لیکن تنگ دست اور غریب طبقے کو اسی سرزمین میں کھانے کو بھی میسّر نہیں تھا اور ان کے لیے دولت مندوں کے جھوٹے لقموں کے سوا کچھ نہ بچتا تھا۔ چنانچہ جب بارہویں خاندان کے عہد میں قحط پڑا تو غریب لوگ اپنے آپ کو ایک لقمے کے عوض فروخت کرنے پر مجبور ہوگئے اور اس کے بدلے میں امیروں نے ان پر ذلّت کا کوڑا برسایا۔

بابل کی حکومت میں غریبوں کا وہی حال تھا جو مصر میں تھا، وہاں بھی وطن کی پیداوار میں غریبوں کا کوئی حصہ نہیں تھا، حالانکہ وہاں کی پیداوار بھی مصر کی طرح بکثرت تھی اور ایسا ہی کچھ حال ایران کا رہا ہے اور قدیم یونان کی صورت حال بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ لیکن ان سب ممالک میں غریبوں کے ساتھ ہولناک برتاؤ کیا جاتا رہا اور انہیں کوڑے مار مار کر ان سے بیگار لی جاتی رہی اور انہیں معمولی باتوں پر ذبح کیا جاتا رہا۔ اسپارٹا (SPARTA) میں مالداروں نے غریبوں کے لیے غیر پیداواری زمین چھوڑی ہوئی تھی اور وہاں بھی غریب فاقہ کشی کرتے رہے۔ ایتھنز میں یہ رواج تھا کہ اگر غریب، مال داروں کے قرضے اور تاوان نہیں ادا کرتے تھے تو وہ انہیں بلا تکلف غلاموں کی طرح بیچ دیتے تھے۔

روم جو قوانین اور ضابطوں کا مرکز اور ماہرین قانون کا وطن رہا ہے، اس میں بھی مال دار طبقہ غریبوں پر ہر طرح حاوی تھا اور مال داروں کو عام لوگوں کے درمیان بڑا امتیاز حاصل تھا اور غریبوں کے ساتھ ہندوؤں کے اچھوتوں جیسا سلوک ہوتا تھا۔ مال دار جب غریبوں سے پوری پوری خدمت لے لیتے تو ان کے اوپر امیر اور مالدار کچھ مہربانیاں نچھاور کردیتے تھے، نتیجہ یہ ہوتا کہ مجبور ہوکر غریب ہجرت کرکے چلے جاتے اور آبادی سے دور رہنے لگتے۔

رومی حکومت کے بارے میں مشلیہ کہتا ہے کہ: جب رومی حکومت ختم ہوئی اور اس کے کھنڈرات پر یورپی ممالک قائم ہوئے تو غریبوں کی حالت اور بھی زیادہ بدتر ہوگئی اور وہ ہر جگہ مویشیوں کی طرح فروخت کیے جانے اور ہانکے جانے لگے۔[۴۲]

محسنِ انسانیتؐ کا فلسفۂ زکوٰۃ ...... نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ کی اساس۔ تقابلی جائزہ

دنیا کے معاشی اور اقتصادی نظاموں کا جائزہ لیں تو سرمایہ دارانہ نظام اگرچہ غربت اور افلاس کو ایک آفت قرار دیتا ہے لیکن اس کی رائے میں ہر شخص اپنے مال و دولت میں تصرف کا اتنا وسیع حق رکھتا ہے کہ دوسرے کو اگر وہ ایک حبہ بھی نہ دے تو کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں۔ یہ ایک قارونی تصور ہے۔ گویا قارونی نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ مال و دولت دراصل انسان اپنی عقل و مہارت سے حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا اس مال پر اگر حق ہے تو صرف اس کا ہے جس نے یہ کمایا۔ اسے اس امر کا وسیع اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے، جتنا چاہے خرچ کرے، اگر کوئی شخص دولت کمانے کی دوڑ میں کسی وجہ سے پیچھے رہ گیا ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

اس کے مقابلے میں ایک دوسرا اقتصادی نظام ہے جسے ''اشتراکیت'' کہتے ہیں۔ اس کا موقف یہ ہے کہ غربت و افلاس کا خاتمہ اس طور پر ممکن ہے کہ صاحب ثروت لوگوں نے جو کچھ کمایا ہے، وہ ان سے بغیر کسی استحقاق کے لے لیا جائے اور اس دولت کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کردیا جائے۔ کمانے والے کو اپنے کمائے ہوئے مال پر ملکیت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

ان مختلف نظاموں کے مقابلے میں پیغمبرِ رحمت ﷺ نے زکوٰۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی شکل میں نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ کا مثالی نظام تجویز کیا ہے جو انتہائی معتدل اور متوازن ہے۔ جس نے غربت اور افلاس کا نظری نہیں بلکہ عملی حل پیش کیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کے سنہری دور میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ رحمتِ عالم ﷺ نے غربت و افلاس کا ایک پنجگانہ عملی حل پیش کیا جو درج ذیل ہے۔

(1) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپؐ نے محنت کی عظمت کی تلقین کی، مسلمان کو کسی بھی پیشے یا صنعت سے عار نہیں ہونا چاہئے، اسے کسب حلال کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ کسب حلال کی کوشش ہر مسلمان پر فرض قرار دی گئی ہے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انسان کی اخلاقی حس کو بیدار کیا ہے، اخوت و مساوات کا درس دیا کہ محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہوسکیں اور ایک

دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کرسکیں۔ آپ ﷺ نے پوری نوع انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیا۔ خدا خوفی اور خدا ترسی کے جذبات کو ابھارا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی آیت ''لَن تَنَالُوالبِرَّ'' میں نیکی کے تصوّر کو غریبوں کی مدد سے مربوط کیا گیا ہے۔ اخلاقی حس کو بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ معلّمِ انسانیت ﷺ نے مسلمانوں کو زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں ''انفاق فی سبیل اللہ'' کی ترغیب دی ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث طیّبہ میں متعدد مواقع پر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور غریبوں اور محتاجوں کی مدد و اعانت کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔

(3) اس کے بعد غربت اور محتاجی کے کلّی ازالے کے لیے محسنِ انسانیت ﷺ نے زکوٰۃ، انفاق اور اجتماعی کفالتِ عامّہ کا عظیم فلاحی نظام نافذ فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں نظامِ صلوٰۃ کے ساتھ نظامِ زکوٰۃ کو بھی اسی اہمیت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کا اندازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے منکرینِ زکوٰۃ کے سلسلے میں اقدام سے کیا جاسکتا ہے۔

(4) زکوٰۃ و صدقات کے عمومی نظام کے علاوہ صاحب ثروت مسلمانوں پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ ان محتاجوں کی جو بالخصوص ان کے رشتے دار ہیں، مدد کریں اور ان کی کفالت کا بوجھ اٹھائیں۔

(5) اور سب سے بڑھ کر اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غریب اور محتاج افراد کی کفالت کا انتظام بیت المال سے کرے۔

المختصر پیغمبرِ انقلاب ﷺ نے نظمِ معیشت و کفالت عامّہ اور غربت و محتاجی کے ازالے کے لیے نہ صرف یہ کہ ایک اعلیٰ و ارفع تصور دیا ہے بلکہ ایک معتدل و متوازن عملی اور قابلِ عمل نظام عطا فرمایا ہے جس پر اگر کما حقّہٗ عمل کیا جائے تو غربت اور افلاس کے مسئلے کو احسن طریق پر حل کیا جاسکتا ہے۔(۴۳)

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامّہ کے حوالے سے محسنِ انسانیتؐ کا مثالی منشور

اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کے حوالے سے اسلام کی یہ تعلیم پیشِ نظر رہے کہ معاشی دائرے میں ہر انسان کا ایک حق ہے، دنیا کی پیداوار میں اس کا

ایک حصہ ہے، پیغمبرِ اعظمؐ نے انسانی سوسائٹی کے ہر رکن کے لیے مندرجہ ذیل حقوق متعین فرمائے۔

(1) بیت یسکنہ، رہائش کے لیے گھر۔

(2) ثوب یواری عورتہ، تن ڈھکنے کے لیے کپڑا۔

(3) جلف الخبز ، پیٹ بھرنے کے لیے روٹی۔

(4) والماء، استعمال کے لیے پانی۔

مملکت کا خزانہ (بیت المال) بہ طور خاص ان شہریوں کا ذمّے دار ہے جن کے ہاتھ خالی ہیں۔ فاروقِ اعظمؓ کا قول ہے : ''اگر میں پیٹ بھر کر کھڑا ہوجاؤں اور دوسرے انسان بھوکے ہوں تو اس کے ایک ہی معنٰی ہیں کہ میں عوام کا اچھا والی نہیں ہوں۔'' یہ حقوقِ عامّہ تظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ کے احساس کی انتہا ہے اور ریاستی ذمے داری کی آخری حد۔(۴۴)

محمد بن علی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجۂ کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے، لہٰذا اگر وہ بھوکے ننگے ہوں، یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں تو یہ محض اس لیے ہوگا کہ اہلِ ثروت ان کا حق (زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں) ادا نہیں کرتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ روز قیامت ان سے باز پرس کرے گا اور ان کی کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔(۴۵)

علامہ قرضاوی معاشرے کے مفلوک الحال طبقے پر زکوٰۃ کی کفالتی حیثیت اور کفالتِ عامّہ میں اس کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں !

> ''اسلام کا نظامِ زکوٰۃ اجتماعی ضمانت کے سلسلے کا اولین قانون ہے، جو محض نفلی صدقات پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کا حکومتی سطح پر ایک نظام قائم کرتا ہے، جس کے تحت معاشرے کے ہر فرد کو لباس، غذا، رہائش اور دیگر ضروریاتِ زندگی فراہم کی جاسکیں اور کوئی فرد اور خاندان ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے۔(۴۶)

اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں زکوٰۃ کی اہمیت -- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تناظر میں

مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے نعرے اور نظریے کے تحت معرضِ وجود میں آئی، چنانچہ حکمِ ربّانی کے بہ موجب :

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰا ھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔[۴۷]

ترجمہ :۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین (دنیا) میں حکومت دے دیں تو یہ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور تمام کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

چاہیے تو یہی تھا کہ آزاد مسلم ریاست مملکتِ خداداد پاکستان کے وجود پذیر ہوتے ہی قرآن و سنّت پر مبنی فلاحی ریاست اور معاشرہ قائم کردیا جاتا لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا......! تاہم خوش قسمتی سے 1979ء کی حکومت کی طرف سے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں "اسلامائزیشن" کے حوالے سے "نفاذِ زکوٰۃ" کا اعلان اور بالآخر 20/جون 1980ء کو نفاذِ نظامِ زکوٰۃ و عشر کا اعلان کیا گیا اور اسی روز بذریعہ آرڈیننس نمبر 18، 1980ء سے (نظامِ زکوٰۃ) ملک میں نافذ کردیا گیا۔ اس کے بعد دور ترجیحی آرڈیننس مورخہ 29/ اکتوبر 1980ء اور 26 فروری 1983ء کو جاری ہوئے اور الحمدللہ تا حال ملک میں یہ نظام جاری ہے۔[۴۸]

صدر مملکت نے اپنی تقریر مورخہ 20/جون 1980ء میں نظامِ زکوٰۃ کے اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامّہ میں اہمیت کے فلسفے کے تحت اس کے عملی قیام کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی :

(الف) زکوٰۃ کی ادائیگی جس کے متعلق قرآنِ مجید میں سو سے زیادہ مرتبہ تاکید کی گئی ہے اور جو اسلام کے رفاہی اور فلاحی نظام کا نہایت اہم ستون ہے، 20/جون 1980ء کے بعد پاکستان میں اس کی وصولی بذریعہ قانون ہوا کرے گی۔ تاکہ اس وصولی سے ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری ہوسکیں۔

(ب) زکوٰۃ کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے یا منجمد نہ ہونے پائے۔ کیونکہ دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہونا معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اسلام نے اپنے پیروکاروں کو رزقِ حلال کمانے کی پوری آزادی دی ہے، اور جائیداد یا بینک بیلنس پر کوئی حد مقرر نہیں کی۔ وہاں اس نے یہ بھی لازم قرار دیا ہے کہ اپنی کمائی کا ایک خاص حصہ مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور دیگر حاجت مندوں کے لیے وقف کردیں، تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کے تمام بندے مستفید ہوتے رہیں اور خالق اور مخلوق کے درمیان ایک مسلسل اور مستقل رابطہ قائم رہے۔[۴۹]

ملک میں بڑھتی ہوئی غربت، بے روزگاری، معاشی ابتری، بیرونی قرضوں اور دیگر مالی مشکلات کا حل ''زکوٰۃ'' جو کہ فی الحقیقت نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ کا بنیادی محرک و ضامن ہے، میں مضمر ہے۔

موجودہ حکومت کے وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ''نظامِ زکوٰۃ'' کے حوالے سے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ موجودہ حکومت غربت، معاشی ابتری اور بے روزگاری کے عملی اور حقیقی حل کے لیے خود روزگار اسکیم کے تحت مستحق افراد کو روزگار اور کاروبار کے ذرائع فراہم کرے گی، اگر فی الحقیقت ''نظامِ زکوٰۃ'' کو اسلام کی حقیقی روح ''نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ'' کے فلاحی اور رفاہی جذبے کے تحت بروئے عمل لایا جائے تو اس کے معاشی اور کفالتی مقاصد انشاء اللہ ضرور حاصل ہوں گے، بشرطیکہ کہ زکوٰۃ کے حقیقی فلسفۂ نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ کو پیشِ نظر رکھا جائے کہ۔

نکتۂ شرعِ مبیں ایں است و بس
کہ درجہاں محتاج باشد نہ کس

حواشی و حوالہ جات

(1) الحج / 41،

(2) سید سلیمان ندوی/سیرت النبیؐ، اعظم گڑھ انڈیا، 1964، 205/7

(3) فواد عبدالباقی/المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، قاہرہ، دارالکتب المصریہ، 1945ء، ذیل مادّہ ''الزکوۃ''

(4) محمد یوسف القرضاوی/فقہ الزکوۃ (مترجم : ساجد الرحمٰن صدیقی) لاہور، البدر پبلی کیشنز، 1983ء، 59/1

(5) النووی/المجموع شرح المہذب، قاہرہ، مطبعۃ المعیریہ، 334/5

(6) ابن قدامہ/ المغنی، طبع المنار 573/2، نیز دیکھیے: القرضاوی/فقہ الزکوۃ 120/1

(7) ابن کثیر/البدایہ والنہایہ، لاہور، مکتبہ قدوسیہ 311/2

(8) البقرہ/ 1-3

(9) المعارج /24

(10) الذاریات/19

(11) المزمل/20

(12) البقرہ/ 177

(13) النجم/39

(14) البقرہ/219 نیز دیکھیے : ابو یوسف، القاضی /کتاب الخراج، قاہرہ، المطبعۃ السلفیہ۔ ص 126

(15) القرضاوی/فقہ الزکوۃ 450/1

(16) القرضاوی/فقہ الزکوۃ 450/1

(17) اشتیاق حسین قریشی/ اسلامی نظریہ حیات، کراچی، جامعہ کراچی، 1971ء، ص 330

(18) مصطفیٰ السباعی/اشتراکیۃ الاسلام، دمشق، ص 68، نیز القرضاوی/فقہ الزکوۃ 240/1

(19) القرضاوی/فقہ الزکوۃ/241، نیز دیکھیے ! سیّد قطب/فی ظلال القرآن، مصطفیٰ البابی الحلبی، 18/10، محمد ثانی، (ڈاکٹر حافظ)/محسن انسانیتؐ اور انسانی حقوق، کراچی، دارالاشاعت، 1999ء ص 135۔

136۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کے مطابق مغرب کا سوشل ویلفیر سسٹم یا بہ الفاظ دیگر انشورنس سسٹم کفالتِ عامّہ اور نظمِ معیشت پر جو اثرات مرتب کرتا ہے،
محسنِ انسانیتؐ کا فلسفۂ زکوٰۃ نظمِ معیشت پر اس سے کہیں زیادہ مثالی اور حیرت انگیز اثرات مرتب کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو : Encyclopedia Britanica, Edition 11, Vol, 14, P:556 نیز ملاحظہ ہو حسین حامد حسّان/ حکم الشریعۃ الاسلامیہ فی عقود التامین، قاہرہ، دارالاعتصام، 1972، ص 31۔

(20) القرضاوی/فقہ الزکوٰۃ 1/121

(21) ایضاً 1/122

(22) القرضاوی/فقہ الزکوٰۃ 1/123

(23) ایضاً حوالہ بالا نیز دیکھیے ! فرشتہ ج ۔ د۔ سائس/زکوٰۃ۔ فلسفہ اور قانون، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1989ء، ص 88

(24) التوبہ/ 128

(25) بخاری/ الجامع الصحیح، کراچی، اصح المطابع، 1/3 (باب بدأالوحی)

(26) مشکوٰۃ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ص 425

(27) مسلم بن الحجاج/صحیح مسلم، کراچی، قدیمی کتب خانہ، 1/327، (باب الحث علی الصدقۃ) نیز دیکھیے ! مناظر احسن گیلانی/اسلامی معاشیات، کراچی، دارالاشاعت، ص 14

(28) الاعراف/ 10 (29) الزخرف/ 32

(30) الحشر/7

(31) التوبہ/34

(32) القرضاوی/ فقہ الزکوٰۃ 1/445

(33) مسلم/صحیح مسلم 1/37، 38، (کتاب الایمان باب الامر بایمان اللہ)

(34) المومنون/ 1-4

(35) احمد امین بک/فجر الاسلام، قاہرہ، لجنۃ التالیف والترجمہ، 1935ء، 1/280

(37) بلاذری/انساب الاشراف، قاہرہ، 1959ء، 1/529۔ 531، نیز دیکھیے! ابن خلدون/کتاب العبر

(تاریخ ابن خلدون) بیروت، 1956ء، 538/2، یٰسین مظہر صدیقی/ عہد نبویؐ کا نظام حکومت، لاہور، الفیصل ناشران، ص 69

(38) ابو عبید/کتاب الاموال، قاہرہ، 1353ھ، ص 202

(39) سیوہاروی، حفظ الرحمٰن/اسلام کا اقتصادی نظام، دہلی، ندوۃ المصنفین، 1959ء، ص 129

(40) ابن کثیر/ البدایہ و النہایہ 45/7 ۔ خلافتِ راشدہ میں فلاح عامہ کے جذبے کے تحت بیت المال سے معصوم بچوں کے وضائف مقرر کیے گئے۔ دیکھئے ابو عبید/ کتاب الاموال، قاہرہ، 1353 ھ۔ ص 238

(41) ابن عبدالحکیم/ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، بیروت، 1387ھ، ص 69

(42) فرید وجدی/ الاسلام دین العالم الخالد، بحوالہ : القرضاوی/فقہ الزکوٰۃ 62/1، 63

(43) صدیقی، ڈاکٹر بشیر احمد/تجلّیات رسالت، لاہور، مکتبہ زاویہ، ص 246، 247

(44) حامد انصاری غازی/ اسلام کا نظام حکومت، لاہور، مکتبہ عالیہ، ص 401

(45) ابن حزم/ المحلی، قاہرہ، 158/6 نیز دیکھئے : عبدالرحمٰن الجزیری/الفقہ علی المذاہب الاربعہ، بیروت، 588/4

(46) القرضاوی/فقہ الزکوٰۃ 442/1

(47) الحج / 41

(48) سہ ماہی منہاج (زکوٰۃ و عشر نمبر) اپریل۔ جولائی 1983ء لاہور، مرکز تحقیق دیالؒ سنگھ لائبریری، 146/1

(49) ایضاً 147/1